Al-Qalam القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077

Volume:27, Issue:2, 2022, pp. 224-245

غیر سودی بینکاری کی شرعی ہم آہنگی اور معاصر معاشی تحدیات: شرعی جائزہ

The Sharī'ah Compliance of Non-interest Banking and Contemporary Economic Challenges-A Critical Analysis

Dr. Hafiz Abdul Basit Khan
Associate Professor, Shaikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

KEYWORDS

Interest Free banking; Islamic Banking; Shari'ah compliance; Contemporary economic challenges; Islamic financial system

Date of Publication:
31-12-2022

ABSTRACT

The discussion over the Shari'ah compliance of the current non-interest banking system, primarily known as an Islamic banking system, has continued for a long. This paper is aimed to provide a critical analysis of objections raised on this system. The discussion revolves around the question that what are the objections to this system. The Muslim jurists have focused on the juristic side of the matter. Of what deficiencies and objections, they have pointed out, most of them have been addressed by those who are driving this system. But the point that needs to be projected is that this system has hardly succeeded in developing any other distinction from the interest-based system other than interest. When it is carried out on the principle of a Fractional reserve system, this banking model will no longer seem to produce any positive change in macroeconomics globally. The writer has concluded that this system only provides a way out to avoid interest-based transactions otherwise it has no other significance in the perspective of being acknowledged as a part of the Islamic financial system.

تمہید

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے ہمیشہ مجموعی زندگی کے اسلامیانے کا تقاضا کرتا رہا ہے پھر اس پر مستزاد یہ کہ مسلمان اپنے ادوار حکومت میں اسے سیاسی، معاشرتی اور معاشی میادین میں نافذ کرتے رہے ہیں۔ گویا ایک نظام زندگی کی حیثیت سے یہ فکری و نظریاتی اور عملی و اطلاقی طور پر کامیاب رہا ہے۔ پھر زمانہ ءحاضر کو دیکھنے اور پرکھنے کے دورخ ہیں۔ ایک یہ کہ غالب سیاسی، معاشرتی و معاشی نظام ایک پرایہ نظام ہے جس کے اسلامیانے کی تحریک علوم کے تناظر میں The movement of Islamaization of knowledge اپنی کاوشوں کے ساتھ ہمارے پیش نظر ہے اور اس مکان پر شاہد عدل ہے کہ یہ نظام اور ان کی پشت پر موجود علمیات مشرف بہ اسلام ہو سکتے ہیں۔ زمانہ حاضر کو پرکھنے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اسلام کا فعالیت کا مزاج پیوند کاری کو قبول نہیں کرتا وہ ہے یا نہیں ہے کا مزاج رکھتا ہے اس لیے اسلامیانے کا عمل بجائے خود اسلام کے مزاج ہی کے مخالف ہے اس لیے سیاسی غلبہ بطریق انقلاب و جہاد مسئلہ کا واحد حل ہے۔ اس غلبہ کے بعد نظام کی عملی صورت پر گفتگو ممکن ہے۔ تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو بظاہر اسلامیانے کی تحریک نے کامیابیاں سمیٹی ہیں اور ایک عارضی نظام کو قائم کیا ہے جو تمامتر خامیوں کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس تناظر میں غیر سودی بینکاری کہاں تک اسلامی بینکاری میں ڈھلی ہے اور پھر یہ بینکاری نظام معاصر معاشی تحدیات کا سامنا کرنے میں کسی حد تک کامیاب ہوئی ہے۔ یہی اس مقالہ کا بنیادی سوال تحقیق ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ اسلامی بینکاری کے اصلا باطل ہونے اور اس نظام کی اسلامیت کے امکان کا مقاصد شریعت کی رو سے معدوم ہونا اس بحث کے دو ایسے رخ ہیں جو اس مقالہ کے حصہ دوم میں جزوی طور پر زیر بحث آ ئیں گے مقالہ کے حصہ اول کا موضوع اس نظام پر علماء و مفتیان کی تنقیدات ہیں۔ یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد دنیا میں جو اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں، ان میں سے ایک بینکاری کے نظام کا ظہور تھا۔ یوں تو بینکاری کی تاریخ اس سے بھی پرانی بتلائی جاتی ہے، تاہم موجودہ دور میں اس کی شکل و ہیئت، صنعتی تہذیب ہی سے جڑی ہوئی ہے۔ پروفیسر اوصاف لکھتے ہیں:

> خود مغربی دنیا میں بھی تجارتی بینکوں کی تاریخ کچھ زیادہ قدیم نہیں ہے۔ مغربی دنیا میں تجارتی بینکاری کے نظام کا ظہور اور اسکی ترقی، گذشتہ دو اڑہائی صدیوں میں صنعتی تہذیب کے عروج کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے۔ صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں تاجروں، صنعت کاروں اور صانعین کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا، جو اپنے کاروبار کو وسعت دینا چاہتے تھے اور مختلف اشیاء کی پیداوار کے لئے کارخانے قائم کرنا چاہتے تھے، لیکن خود انکے ذاتی مالی وسائل اس کام کے لئے کافی نہ تھے اس لئے کسی ایسے طریقے کی ضرورت تھی جس کے ذریعے انہیں ان لوگوں کے مالی وسائل پر تصرف کا موقع حاصل ہو سکے جن کے پاس وسائل تو تھے لیکن وہ اسکے پیداواری (Productive) استعمال سے قاصر تھے۔[1]

یہی مالیاتی ثالثی (Financial Intermediation) تھی جسکی ضرورت نے تجارتی بینکاری کو وجود دیا۔ یہ اس مفروضہ پر قائم ہے کہ ایک جانب کھاتہ داروں (Borrowers) اور بینک اور دوسری جانب قرض داروں (Depositors)) اور بینک کے درمیان تعلق، لین دین اور دین داری کا تعلق ہے۔ سود اس نظام میں ساکھ (یا ادھار) کی قیمت تصور کیا جاتا ہے جو زر کی متبادل لاگت کو ظاہر کرتا ہے۔[2] مسلمان علماء وفقہاء نے سود کی اس موجودگی کے باعث ہی روایتی مغربی بینکاری کو رد کیا تھا۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں۔

> "Muslims think that riba (which they generally and correctly thought included bank interest) makes the banking and financial system unfair and incapable of ensuring the best interest of people ."[3]

> مسلمان علماء وفقہاء کے ہاں بینکاری نظام پر اصلا کوئی ایسی تنقید نہیں ملتی کہ اس نظام کو سوائے سود کے کسی اور بنیاد پر رد کیا گیا ہو۔ اب اہل اسلام کے لیے ایک ہی راستہ تھا۔ وہ یہ کہ وہ اس نظام کے متبادل کوئی دوسرا نظام لے کر آئیں۔ اس نظام بینکاری کو وہ بالکلیہ اس لیے رد نہیں کر سکتے تھے کہ وہ جدید صنعتی اور مالیاتی نظام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

لیکن اسلامی بینکاری کے اولین تجربات بیسویں صدی کی چھٹی دھائی میں ملتے ہیں۔ ان میں مصر میں مت غمر کا تجربہ، ملائشیاء میں تبونگ حاجی کا تجربہ، پاکستان کے شہر کراچی میں ایک غیر سودی بینک کا تجربہ شامل ہے۔ ناصر اجتماعی بینک، قاہرہ کا تجربہ بھی کامیاب رہا۔ ستر (۷۰ء) اور اَسی (۸۰ء) کی دہائی میں اسلامی بینکوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ بڑی بڑی ہولڈنگ کمپنیوں میں دارالمال الاسلامی (DMI) ہے۔ ۱۹۹۲ء تک یہ ادارہ ۲۲ مختلف اداروں کے ذریعہ ۱۴ ملکوں میں کام کر رہا تھا۔ دوسری بڑی کمپنی "البرکۃ گروپ" ہے۔ یہ بھی ۱۹۹۲ء تک ۱۲ ذیلی کمپنیوں کے ساتھ کام کر رہی تھی۔[4]

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا کہنا ہے کہ اسلامی بینکاری کے لیے مرابحہ کے استعمال نے اسلامی بینکاری کو خوب ترویج دی۔

> " However the proliferation of Murabahah did give a big boost to Islamic finance during the coming decades . Their total number by year 2004 may have exceeded 200, spread more than fifty countries".[5]

پاکستان میں اسلامی بینکاری کی تاریخ انیسویں صدی عیسوی کی ساتویں دھائی سے شروع ہوتی ہے۔ پاکستان وہ پہلا اسلامی ملک ہے جس میں سرکاری سطح پر اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ ملک کی معیشت کو سود سے پاک کیا جائے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل کو ایک خاص ہدف (Target) دیا گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے نومبر ۱۹۷۷ء میں ملک کے نامور علماء، ماہرین اقتصادیات و بینک کاری پر مشتمل ایک پینل قائم کیا۔ جس نے اپنی رپورٹ فروری ۱۹۸۰ء میں پیش کر دی۔ پھر ۱۵ جون ۱۹۸۹ء کو کونسل نے اپنے ایک اجلاس میں اس رپورٹ کو آخری اور حتمی شکل دے دی اور حکومت کو پیش کر دی۔[6]

اس رپورٹ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے کونسل کے چیئر مین لکھتے ہیں۔

"استیصال سود سے متعلق کونسل کی رپورٹ اپنے موضوع پر دنیا میں سب سے پہلی کوشش ہے جس کی تیاری میں نہ صرف صاحب بصیرت علمائے دین بلکہ جدید اقتصادیات وبینک کاری کے پیچیدہ علمی اور فنی مسائل کا گہرا شعور وادراک رکھنے والے اہل نظر حضرات کا وسیع تجربہ بھی شامل ہو۔[7]

اس کے بعد سٹیٹ بینک آف پاکستان نے بھی بینکوں کے لیے چند متبادلات (Alternatives) اس رپورٹ ہی کی روشنی میں متعین کر دیئے۔ کونسل کی اس رپورٹ میں سود کی جو متبادل اساس پیش کی گئی تھی، بعض مخلص ماہرین کو اس سے اتفاق نہ تھا۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں نام پاکستان کے مشہور اقتصادی ماہر شیخ محمود احمد کا ہے۔ انہوں نے کونسل کی رپورٹ پر اپنا اختلافی نوٹ لکھا جو بوجوہ چھپ نہ سکا۔ بعد ازاں سود کی متبادل اساس کے نام سے علیحدہ طبع ہوا۔[8] اسکے علاوہ بعض اہل علم نے انفرادی طور پر بھی بلاسود بینکاری کا ایک مکمل خاکہ پیش کیا جو کونسل کی اس مذکورہ بالا رپورٹ سے بھی پہلے تیار ہوا تھا۔ ان میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا دیا ہوا خاکہ خاصہ مقبول ہوا۔[9] پھر بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں پاکستان میں ایک سے زائد افراد نے بلاسود بینکاری پر اپنے نتائج تحقیق پیش کیے۔ مگر ان سب خاکوں اور نقشوں میں جو دشواری تھی وہ یہ تھی کہ ان سب میں بلاسود بینکاری کو رائج کرنے سے پہلے سودی بینکاری کا خاتمہ ضروری تھا، کسی میں بتدریج اور کسی میں بلا تدریج فی الفور۔

یہی وہ بنیادی دشواری تھی جس کے باعث ان خاکوں میں سے کسی پر بھی بالکلیہ عمل نہ ہو سکا۔ ان کو خامی اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ انکے نفاذ کے لیے قدیم سودی نظام کا خاتمہ ضروری ہے ورنہ قدیم نظام کے خاتمے پر انکا انحصار ایک خوبی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علماء سودی بینکاری کے خلاف مسلسل آواز اٹھاتے رہے ہیں نیز یہ کہ ذمہ دار اہل علم جج حضرات نے متعدد دفعہ عدالتی فیصلوں کے ذریعے سود کی حرمت کی توثیق کی اور اس کو معیشت سے بالکلیہ ختم کرنے کی ہدایت کی۔

بہر حال سودی بینکاری کو ختم کیے بغیر سودی بینکوں ہی میں نفع ونقصان کی بنیاد پر شراکتی کھاتے (Profit and Loss Sharing Accounts) کھولے گئے۔ نیز دوسرے متبادلات رائج کیے گئے مگر وہی ہوا جسکا خدشہ تھا۔ نفع نقصان کی بنیاد پر شراکتی کھاتے صحیح اسلامی خطوط پر چل سکے اور نہ ہی دوسرے متبادلات مثلاً مرابحہ موجلہ، بائی بیک Buy Back وغیرہ صحیح طریقے پر استعمال ہوئے، نتیجہ یہی ہوا کہ سودی بینکاری ختم نہ ہو سکی۔[10]

ہمیشہ پاکستان کے اہل علم حضرات کی یہ کوشش رہی کہ بینکاری کے نظام کو اس طریقے سے اسلامی خطوط پر استوار کیا جائے کہ کوئی شخص یا ادارہ آسانی سے اسے اغواء (Trap) نہ کر سکے، مفتی محمد شفیعؒ کے وقت سے مقتدر علماء کی مجلس، "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" کراچی میں قائم تھی۔ یہ وہی مجلس ہے جس نے انتقال خون، پیوند کاری، اور انشورنس جیسے مسائل پر قابل قدر تحقیق کی تھی۔ اسی مجلس کے تحت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی اور دیگر متعدد علماء مفتی تقی عثمانی، مفتی عبد الشکور ترمذی وغیرہ کی ایک جماعت نے بلاسود بینکاری کے مسئلہ پر تحقیق کے لیے شعبان ۱۴۱۲ھ میں ایک اجلاس منعقد کیا، اس میں پاکستان بینکنگ کونسل کے دو ممبر بھی شریک تھے۔ اس اجلاس میں

کچھ تجاویز منظور ہوئیں۔[11] بعد ازاں انہی تجاویز کی بنیاد پر بینکنگ کا جو نظام پروان چڑھا آج ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے اسلامی بینک اور اسلامک ونڈوز میں وہی نافذ ہوا۔

معاصر اسلامی بینکاری پر علماء کے اعتراضات

ملک پاکستان میں جاری اسلامی بینکاری پر یہاں کے اکثر علماء کو اعتماد نہیں ہے۔ اس نظام کے بارے میں ان کے کچھ تحفظات ہیں۔ چنانچہ معاصر اسلامی بینکاری پر بعض علماء کے انفرادی مفصل فتاوی جاری ہوئے ہیں۔ نیز ملک پاکستان کے جید علماء کرام اور مفتیان عظام کا ایک متفقہ فتوی بھی جاری ہوا ہے جس پر انتیس (۲۹) حضراتِ مفتیان کرام کے دستخط ثبت ہیں۔ اس فتوی کی متعلقہ عبارت درج ذیل ہے:

> "گذشتہ چند سالوں سے اسلامی شرعی اصطلاحات کے حوالے سے رائج ہونے والی بینکاری کے معاملات کا قرآن وسنت کی روشنی میں ایک عرصے سے جائزہ لیا جارہا تھا اور ان بینکوں کے کاغذات، فارم اور اصولوں پر غور وخوض کے ساتھ ساتھ اکابر فقہاء کی تحریروں سے بھی استفادہ کیا جاتا رہا تھا۔ بالاخر اس سلسلے میں حتمی فیصلے کے لیے ملک کے چاروں صوبوں کے اہل فتوی علمائے کرام کا ایک اجلاس مؤرخہ ۲۸ اگست ۲۰۰۸ء بمطابق ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بروز جمعرات حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی زیر صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شریک مفتیان عظام نے متفقہ طور پر یہ فتوی دیا کہ اسلام کی طرف منسوب مروجہ بینکاری قطعی غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔ لہذا ان بینکوں کے ساتھ اسلامی یا شرعی سمجھ کر جو معاملات کیے جاتے ہیں وہ ناجائز اور حرام ہیں اور ان کا حکم دیگر سودی بینکوں کی طرح ہے۔"[12]

اعتراضات کی تفصیل درج ذیل ہے:

مروجہ اسلامی بینک مجوزہ اسلامی طریقہ کار پر کاربند نہیں[13]

علماء کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ مروجہ اسلامی بینک اس طریقہ کار پر کاربند نہیں ہیں جو مجوزین (اراکین مجلس تحقیق مسائل حاضرہ) نے طے کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی بینکاری اپنا جداگانہ تشخص قائم رکھنے میں ناکام ثابت ہوئی ہے۔ اس دعوی پر تین شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔

پہلی شہادت

اسلامی بینک کاری کے لیے شرکت و مضاربت کو معیاری متبادلات قرار دیا گیا تھا اور مرابحہ واجارہ کو عارضی اور فی الوقتی متبادلات کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مرابحہ واجارہ کو مستقل معیار بنا لیا جائے تو ایسی بینکاری قطعا روایتی سودی بینکاری سے مختلف نہیں ہو سکتی اس کے باوجود معاصر اسلامی بینکاری میں شرکت و مضاربت کا عنصر قلیل کالمعدوم ہے۔ کہا گیا ہے کہ ایک محتاط اندازے اور سروے کے مطابق شرکت و مضاربت کا تناسب اجارہ و مرابحہ کے مقابلے میں پندرہ سے بیس فیصد ہے۔

دوسری شہادت

اسلامی بینک کاری کے پشتیبان حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، جن کے فتوی پر اس سلسلے میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ خود بھی اس اسلامی بینکاری سے مایوس ہو چکے ہیں۔ معترضین کا کہنا ہے کہ مولانا کے اس نظام سے مایوسی کا اظہار جس تقریر میں ہوا تھا، وہ ان کے پاس محفوظ ہے۔

تیسری شہادت

وہ حضرات جنہوں نے سودی اوراسلامی دونوں بینکوں سے اپنے معاملات رکھے مگر وہ ان دونوں کے درمیان کسی طور پر بھی فرق نہیں رکھ سکے۔ حالانکہ ان حضرات میں صرف عام اکاونٹ ہولڈر شامل نہیں بلکہ ماہر بینکار اوراقتصادی ماہرین بھی شامل ہیں۔

تلفیق محرم کا استعمال

مروجہ اسلامی بینکاری کو قائم کرنے کے لیے روایتی بینکوں کے ہاں مفید تجارتی شکلوں کو اپنایا گیاہے اور انہیں اسلامی لبادہ پہنانے کے لیے تلفیق محرم کا سہارالیا گیاہے۔ تلفیق محرم کا معنی یہ ہے کہ شرعی تقاضے پورے کیے بغیر کسی دوسرے فقہی مسلک کو اپنانا۔

شخص قانونی کا اصول محض بینکوں کے فائدے کے لیے ہے۔

شخص قانونی (Juristic person) اور محدود ذمہ داری (Limited liability) کا اصول محض بینکوں کے فائدے کے لیے روایتی سودی بینکاری میں وضع کیا گیاہے۔ حالانکہ اس سے اکاونٹ ہولڈرز کا شدید ترین استحصال ہوتاہے۔ جب تک بینک کو اپنے کاروبار سے نفع ہوتا رہتاہے وہ شخص قانونی ہونے کی بناءپر اس نفع کا بہت بڑا حصہ لیتا رہتاہے اور جب نقصان ہو جاتاہے تو یہی شخص قانونی محدود ذمہ داری کے اصول پر بھاری نقصانات سے بری الذمہ ہو جاتاہے۔ اسلامی بینکاری کے مجوزین نے ان دونوں اصولوں کو اسلامی جامہ پہنانے کے لیے رکیک اوردورازکار تاویلات پیش کی ہیں اور کمزور فقہی نظائر استعمال کیے ہیں۔ حالانکہ جن اصولوں سے انسانوں کا شدید ترین مالی استحصال ہوا نہیں اسلام کیسے گنوارا کر سکتاہے۔

روایتی سودی شرح کو معیار (Bench Mark) بنانا غلط ہے

اسلامی بینک شرکت ومضاربت کے معاملات میں اپنے نفع کا تناسب وہی رکھتے ہیں جو سودی بینک قرضہ دیتے وقت ماہانہ سود مقرر کرتے ہیں۔ مثلاً اگر سودی بینک چار لاکھ روپیہ قرض پر آٹھ فیصد ماہانہ سود وصول کرتے ہیں تو اسلامی بینک چار لاکھ روپیہ بطور شریک کسی کاروبار میں لگا کر اپنے لیے نفع کا اتنا ہی تناسب مقرر کریں گے جو سودی بینکوں کے شرح سود کے قریب قریب ہو، یہ بداہۃً غلط ہے۔

اسٹیٹ بینک کا پابند بنانا غلط ہے

چنانچہ اسلامی بینک شرکت و مضاربت کے معاہدات میں فریق ثانی کو اسٹیٹ بینک کا پابند بنادیتے ہیں۔ جونہی اسٹیٹ بینک شرح سود میں کمی یا زیادتی کرتا ہے، اسلامی بینک تمام جاری ورواں معاہدات میں اسی تناسب سے شرح نفع میں کمی یا زیادتی کردیتے ہیں۔ حالانکہ اولاً تو خود اسٹیٹ بینک کے معاملات شرعی احکام کے مخالف ہیں۔

مجہول کا پابند بنانا غلط ہے: ثانیاً جب اسٹیٹ بینک کا پابند بنایا گیا تو گویا ایک مجہول شئے کا پابند بنایا گیا اور مجہول و غیر معلوم شرائط کا پابند بنانا غلط ہے اور اس سے معاملہ فاسد ہو جاتا ہے۔

حلال و حرام سے مخلوط معاملہ غلط ہے: جو معاملہ حلال و حرام سے مخلوط ہو وہ بھی حرام ہی ہوا کرتا ہے۔ معترضین کا کہنا ہے کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اسلامی بینکوں کے بعض معاملات شریعت کے احکام کے موافق ہیں تو بعض معاملات یقیناً احکام شریعت کے مخالف بھی ہیں لہذا یہاں حلال و حرام کا اختلاط پایا گیا جس سے سارا معاملہ حرام ہو گیا۔

شرکت متناقصہ ناجائز بیوع کے زمرے میں آتی ہے: اسلامی بینک تمویل (Financing) کے لیے شرکت متناقصہ کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ شرکت کی وہ قسم ہے جس میں دو فریق مل کر ایک شئے خرید لیتے ہیں پھر ایک فریق دوسرے فریق کا حصہ آہستہ آہستہ قسط وار خریدتا چلا جاتا ہے۔ یوں ایک فریق کا حصہ کم ہوتا چلا جاتا ہے اور دوسرے فریق کا حصہ بڑھتا چلا جاتا ہے تاآنکہ وہ پوری چیز کا مالک ہو جاتا ہے۔ اسلامی بینک یہ طریقہ تمویل گھروں کی فروخت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ معترضین کا کہنا ہے شرکت متناقصہ ناجائز بیوع کے زمرے میں آتی ہے اس میں متعدد مفاسد پائے جاتے ہیں۔ جیسے صفقة فی صفقة اور بيع وشرط وغیرہ۔

مضاربہ فیس غلط ہے: بینک مضارب ہونے کی بناء پر صرف اپنا مقررہ نفع طے شدہ شرح کی بنیاد پر لے سکتا ہے مگر اسلامی بینک اس نفع کے علاوہ عمیل (رب المال) سے مختلف رقوم، مضاربہ فیس، حق الخدمت (Service charges) اور انتظامی اخراجات کے نام پر وصول کرتے ہیں۔ جو ظاہر ہے کہ غلط ہے۔[14]

بینک کی آمدنی کا ناجائز ہونا

ایک اعتراض یہ ہے کہ جتنے بینک اسلامی بینکاری کرتے ہیں وہ سب مرکزی بینک (State bank) کے قواعد وضوابط کے پابند ہوتے ہیں اس پابندی کے معاہدہ کی وجہ سے ہی انہیں شیڈول بینکوں (Scheduled Banks) کا درجہ ملتا ہے اور سٹیٹ بینک سے جب بھی ماتحت بینکوں کو قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ قرض انہیں سود پر ہی ملتا ہے۔ اسی طرح یہ بینک سودی پیسہ بطور شریک کے شراکت میں لگاتے ہیں اگرچہ دوسرے شرکاء یعنی کھاتہ داروں کی آمدنی حلال ہوتی ہے، تاہم بینک کی اپنی آمدنی حرام ہوتی ہے۔[15]

نیز یہ کہ بینک حصص (Shares) کے کاروبار میں بھی روپیہ لگاتا ہے۔

> "The shares of a lawful company can be sold or purchased on Murabahah basis because according to the principles of Islam , the shares represent ownership into assets of the company provided all other basic conditions of the transaction are fulfilled "[16]

یعنی مرابحہ کی بنیاد پر کسی باقاعدہ کمپنی کے حصص خریدے اور فرخت کیے جاسکتے ہیں کیونکہ اسلامی اصولوں کی روسے جب کہ عقد کی دیگر تمام بنیادی شرائط پوری کی جارہی ہوں یہ حصص کمپنی کے اثا ثہ جات میں ملکیت کی دلیل ہیں

جبکہ شیئرز کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔[17]

کھاتہ دار کا عقد کے بارے میں لاعلم ہونا

ایک اعتراض یہ ہے کہ کھاتہ دار کو کھاتہ کھلواتے وقت یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ اسکا روپیہ بطور شریک کے کاربار میں لگے گا یا بطور رب المال کے۔یعنی وہ شرکت کا معاملہ کر رہاہے یا مضاربت کا گویا ایجاب و قبول یہاں پایا ہی نہیں جاتا محض فارم پر کرکے معاملہ شروع کر لیاجاتاہے۔[18]

نفع کے تناسب کا مجہول ہونا

مفتی حمید اللہ جان صاحب لکھتے ہیں

کہ اسلامی بینکوں میں نفع کا تناسب ابتداء عقد سے معلوم نہیں ہوتا اسی لیے ان حضرات نے یومیہ سرمایہ کی بنیاد پر نفع کی تقسیم (On the basis of daily products) کا طریقہ نکالاہے۔مفتی عبدالواحد صاحب نے بھی اس مذکورہ بالا طریقہ تقسیم نفع پر اعتراض کیاہے۔[19]

مرابحہ مؤجلہ پر اعتراضات

مرابحہ **مؤجلہ** پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

مرابحہ شریعت اسلامیہ میں فروختگی کا ایسا طریقہ ہے جس میں بیچنے والا شئے کی قیمت خرید بتلا کے اپنا نفع بتلا کے خریدنے والے کو شئے مذکورہ بیچے گا،اگر بیچنے والا خریدنے والے کو قیمت کی ادائیگی میں مہلت دے یا اسکی قسطیں بنا دے تو یہی معاملہ شریعت میں "مرابحہ موجلہ" کہلاتاہے۔[20]

سودی بینکاری میں بینک سے قرض لینے والوں میں بہت سے لوگوں کا مقصد یہ ہوتاہے کہ ملنے والی رقم سے وہ اپنے مطلب کی چیز خرید لیں گے۔ جسکی انہیں ضرورت ہے۔بینک اس قرض پر سود لیتاہے۔اگر مقروض بروقت سودی قرض کی قسط ادا نہ کرے تو اس پر سود بڑھادیا جاتاہے۔ اسلامی بینک چونکہ سودی قرضہ نہیں دے سکتا اس لیے مرابحہ موجلہ کا طریقہ تجویز کیا گیاہے۔اسلامی بینک قرض لینے والے شخص کو بجائے قرض کے،اس کی مطلوبہ شئے بازار سے خرید کر قیمت خرید میں اپنا نفع شامل کرکے بیچ دیتاہے اور قیمت قسطوں میں وصول کرلیتاہے۔اس طرح یہ معاملہ بیع بالتقسیط اور مرابحہ موجلہ کا مجموعہ بن جاتاہے۔یہاں شرعی نقطہ نظر سے کئی امور محل نظر ہیں۔

"ربح مالم یضمن کی خرابی"

معاصر اسلامی بینکاری میں یہ طریقہ ہے کہ مرابحہ کرنے والا شخص بذات خود اولا بینک کے وکیل کی حیثیت سے اس شئے کو بازار سے خرید کر اس پر قبضہ کرلیتاہے اور پھر خود ہی اس چیز کو بینک سے بیع تعاطی کے ذریعے خرید لیتا ہے۔بیع تعاطی اسے کہتے ہیں کہ زبان سے خرید وفروخت کے الفاظ بولے بغیر بائع دے دے اور مشتری خرید

لے۔جب شخص مذکور نے بینک کے وکیل کی حیثیت سے شئے مذکور پر قبضہ کیا تھا مگر ابھی وہ چیز بینک سے خریدی نہیں اور اس حالت میں شئے مذکور کا نقصان ہو جائے تو بینک کے قواعد وضوابط کے مطابق نقصان عمیل (خریدار) کا ہو گا۔ حالانکہ ابھی تک شئے مذکور بینک ہی کے ضمان (رسک) میں ہے۔ لہذا نقصان بھی اسی کا ہونا چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ بینک مرابحہ کے اس معاملے میں ضمان کے بغیر نفع کما رہا ہے۔ یعنی ایسی چیز کا نفع لے رہا ہے جس کا نقصان اٹھانے کے لیے وہ تیار نہیں۔ اسے "ربح مالم یضمن" کہتے ہیں جو شریعت میں ناجائز ہے۔[21]

بیع تعاطی کی شرط کا موجود نہ ہونا

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا یہ بیع تعاطی ہے۔ بیع تعاطی میں فریقین کا مجلس میں ہونا ضروری ہے۔ جبکہ خریدار خریدنے کے بعد اکیلا ہوتا ہے اس مجلس میں فروخت کنندہ کا کوئی نمائندہ نہیں ہوتا۔[22] مجلس تحقیق اسلامیہ (جس کا ذکر پیچھے گزرا ہے) میں یہ طے ہوا تھا کہ مرابحہ میں عمیل جب بینک کے وکیل کی حیثیت سے شئے پر قبضہ کرلے تو بینک اس قرضہ کی تصدیق کے لیے ایک نمائندہ بھیجے گا مگر اس شرط کو بینکوں نے اختیار نہیں کیا۔[23] اگرچہ یہ شرط محض احتیاط کے لیے تھی مگر آج کے دور میں عمیل کا جھوٹ بول دینا کون سی بعید بات ہے۔

عدم ادائیگی قسط کی بناء پر مالی جرمانہ عائد ہونا

مرابحہ موجلہ کرنے والا شخص اگر بروقت قسط کی ادائیگی نہ کرے تو اسکا کیا حل ہونا چاہیے۔ شریعت مطہرہ میں حکم ہے کہ ایسا شخص اگر تنگدست ہے تو اسے مہلت دی جائے اور اگر خوشحال ہے مگر پھر بھی بروقت قسط ادا نہیں کرتا تو اسے قید کر دیا جائے۔ بعد ازاں اگر وہ اس ضد پر برقرار رہے تو اسکے مال سے قاضی وقت اسکا قرض ادا کر دے گا۔ مگر یہاں صورت حال مختلف ہے اس لیے کہ حکومت اسلامی نہیں ہے۔ مولانا تقی عثمانی نے اسکے لیے یہ تجویز دی تھی کہ مرابحہ کا معاملہ کرنے والے شخص سے عقد کے شروع میں یہ وعدہ لیا جائے کہ اگر وہ بروقت قسط ادا نہ کر سکا تو وہ ایک مخصوص رقم خیراتی فنڈ (Charity Fund) میں دے گا۔[24] یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ کیا کسی شخص پر اسکے کیے ہوئے وعدہ کی بناپر قانوناً کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

حنفیہ کے ہاں تو نہیں البتہ بعض مالکی فقہاء کے ہاں وعدہ کی قانونی حیثیت ہے۔

"واما اذا التزم انه ان لم يو فه حقه في وقت كذا فعليه كذ ا لفلان اوصدقة للمساكين فهذا هومحل الخلاف المعقودله هذاالبا ب فالمشهورانه لايقضى به كما تقدم وقال ابن دينا ريقضىٰ به ۔"[25]

"اور جب وہ التزام کرے کہ اگر میں نے فلاں وقت اسکا حق ادا نہ کیا تو میں فلاں کو اتنا دوں گا یا میرے اوپر مساکین کے لیے اتنا صدقہ لازم ہو گا تو وہ نقطہ اختلاف ہے جس کے لیے باب قائم کیا گیا ہے۔ پس مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس التزام کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (قاضی یہ حکم نہیں دے گا) اور ابن دینار فرماتے ہیں کہ اس التزام کو پورا کرنے کا حکم دیا جائے گا"۔

معلوم ہوا کہ مالکی فقہاء کے ہاں بھی یہ مسئلہ متفق علیہ نہیں ہے۔ صرف ابن دینار کا قول ہے لہذا ایک دوسرے مذہب کے شاذ مسئلے پر بنیاد رکھنا خود کمزور ہے۔ نیز یہ بھی کہ صدقہ ایک تبرع ہے۔ اور تبرع پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔[26]

صاحب احسن الفتاوی نے لکھا ہے

> کہ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ میں علماء نے اس بات پر زور دیا تھا کہ اگر خیراتی فنڈ بنانا بھی ہے اور مالکی فقہ کے اس مسئلے کو منطبق کرنا ہی ہے تو پھر یہ فنڈ بینک کے تصرف واختیار میں نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ کسی تیسری پارٹی کے کنٹرول میں ہونا چاہیئے مگر بینک والے اسی چیز پر مصر رہے کہ اس فنڈ کو بینک ہی کے قبضے میں رہنے دیا جائے۔[27]

ظاہر ہے کہ بینک اگر اسے اپنے تصرف میں رکھنے پر مصر ہیں تو انکا کوئی نہ کوئی فائدہ تو اس سے متعلق ہے ورنہ کسی ایسے کام کو اپنے ذمہ لینا جسکا بظاہر کوئی فائدہ نہ ہو تعجب سے خالی نہیں، غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ شاید بینک اس خیراتی فنڈ سے غرباء کی مدد کر کے نیک نامی حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ نیک نامی کا حصول بھی بظاہر ایک معنوی سود ہے یعنی معنوی فائدہ ہے۔[28]

بینک کے عقد اجارہ پر اعتراضات

جدید نظام بینکاری میں اجارہ کی ایک نئی قسم متعارف کرائی گئی ہے۔ اسے فائنانسنگ لیز یا "**الاجارة المنتهى بالتمليك**" کہتے ہیں۔ اس طریقہ میں اجارہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً مشین ایک فیکٹری کو مطلوب ہے بینک اس فیکٹری کو وہ مشین اجارہ پر دیتا ہے۔ اور اس مشین کی قیمت مع نفع متعین کرتا ہے اور مشین کے لیے اتنی مدت مقرر کرتا ہے جس میں وہ مشین استعمال ہو کر گھس کر ختم ہو جائے گی پھر مشینری کی اس رقم کو اس معینہ مدت پر یونٹ بنا کر تقسیم کر لیا جاتا ہے۔ اب جب فیکٹری مشینری کی معینہ رقم بینک کو ادا کر کے فارغ ہو گی اس وقت وہ مشین بھی استعمال ہو کر اپنی کارکردگی قریب قریب کھو دے گی۔ پھر ایک نئے عقد کے ذریعے یہ مشین فیکٹری کی ملکیت ہو جائے گی۔ یہاں شرعی اعتبار سے تین معاملات ہیں:۔

۱۔ بینک کا گاہک کے لیے مطلوبہ چیز خریدنا

۲۔ بینک کا مطلوبہ شئے عمیل کو اجارہ پر دینا۔

۳۔ مدت اجارہ مکمل ہونے کے بعد بینک کا وہ مطلوبہ شئے عمیل کو بیچ دینا۔

اسلامی بینکوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ عمیل کے ساتھ ان تینوں معاملات میں کسی معاملے کو دوسرے کے ساتھ مشروط نہ کریں، ہاں محض وعدہ لے لیں مگر مشروط نہ کریں۔ مثلاً بینک عمیل (گاہک) کے لیے مطلوبہ شئے خریدتے وقت یہ شرط نہ لگائے کہ وہ عمیل یہ چیز بینک سے ضرور اجارہ پر لے گا یا اجارہ پر دیتے وقت یہ شرط لگانا کہ اجارہ مکمل ہونے کے بعد وہ اس شئے کو بینک سے ضرور خرید لے گا۔[29]

اب اگر عمیل اجارہ کے دوران کسی درجہ پر عقد اجارہ کو فسخ کرنا چاہے تو اسے وہ مطلوبہ شئے مستاجرہ بینک سے بینک ہی کی متعین کردہ قیمت پر خریدنی پڑے گی۔ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے چونکہ صریحاً بینک کے فائدے

میں ہے لہذا غلط ہے اور عمیل کیلئے اس میں نقصان ہے لہذا اس شرط سے عقد اجارہ فاسد ہو گیا کیونکہ عقد اجارہ شروط فاسدہ سے فاسد ہو جاتا ہے۔[30]

شئ مستاجرہ کی انشورنس کروانا

موجودہ اسلامی بینکاری میں شئ مستاجرہ کی انشورنس کروائی جاتی ہے اگرچہ انشورنس بینک کرواتا ہے تاہم عمیل کو معلوم ہوتا ہے کہ میرے لیے انشورنس کرائی جارہی ہے لہذا وہ عمیل بھی گناہ میں شریک ہوتا ہے اور اس عمل سے بینک بھی گناہ گار ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ انشورنس کرواکر وہ شئ بینک کے ضمان سے نکل جاتی ہے۔ حالانکہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ اگر شئ مستاجرہ مستاجر کی غفلت کے بغیر ہلاک ہو جائے تو ضمان مستاجر کی بجائے موجر پر آتا ہے۔[31]

صفقة فی صفقة کی خرابی

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ عقد اجارہ میں تینوں عقد ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہیں ہونے چاہئیں اور نہ ہی ایک عقد میں دوسرا عقد شامل ہونا چاہئے نہ صراحۃً نہ عرفاً۔ اسلامی بینک یا تو بغیر عقد جدید کے یا برائے نام عقد کے وہ شئ مستاجرہ مستاجر کو اجارہ کے ختم ہونے کے وقت فروخت کر دیتے ہیں اور حقیقت میں یہ عقد اجارہ اسی عقد بیع کے لئے کیا جاتا ہے ورنہ اگر بینک کو معلوم ہو جائے کہ یہ شئ مستاجرہ، مستاجر آخر میں نہیں دے گا تو وہ کبھی بھی عقد اجارہ نہ کریں۔ لہذا اس معاملہ میں صفقۃ فی صفقۃ اور تعلیق البیع[32] کی خرابیاں یہاں پائی جاتی ہیں۔[33]

مجوزین کی جانب سے توضیحات

مقالہ نگار نے مانعین کے ان اعتراضات کو مدّ نظر رکھ کر مجوزین کی تحریرات کا مطالعہ بھی کیا ہے اور عملاً معاصر اسلامی بینکوں کے شرعی مشیر ان سے تبادلہ خیال بھی کیا ہے۔ مقالہ نگار اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ان مذکورہ بالا اعتراضات میں سے بعض تو سرے سے غلط ہیں اور موجودہ اسلامی نظام بینکاری سے کلی واقفیت نہ ہونے کا نتیجہ ہیں جبکہ بعض اعتراضات کو بجائے خود مجوزین بھی قبول کرتے ہیں اور اس رواں نظام سے ان خرابیوں کو دور کرنے کیلئے کوشاں ہیں جو ان اعتراضات کا منشا ہے۔ یہاں ان اعتراضات کی مذکورہ بالا دونوں قسموں کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔ پہلے مذکورہ بالا قسم کے تحت آنے والے اعتراضات کا تجزیہ کیا جارہا ہے۔

کیا اسلامی بینک سودی بینکوں سے جداگانہ تشخص قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں؟

اسلامی بینک کاری پر ایک بنیادی اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ معاصر اسلامی بینک اپنا جداگانہ تشخص قائم نہیں رکھ سکے۔ عام اکاؤنٹ ہولڈر ہو یا جید ماہر معاشیات، ان تمام لوگوں کا یہی کہنا ہے جو معاصر اسلامی بینکوں سے معاملہ کر چکے ہیں، کہ ان بینکوں اور سودی بینکوں کے معاملات میں واضح فرق نہیں ہو سکا ہے۔ اس اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ اسلامی بینک بھی اسی سودی بینکوں والے سیٹ اپ میں کام کر رہے ہیں سوائے اس کے کہ ان اسلامی بینکوں کے ہاں معاملات (Transactions) میں سود نہیں ہے۔ مجوزین کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی بینکوں کی تعداد سودی بینکوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ اسلئے وہ ابھی تک اپنا Interbank offered rate بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

Interbank offered rate بینکوں کے باہمی مالی تبادلے کا ایک نظام ہے جس کی وجہ سے تمام بینک تمویل (Financing) کیلئے ایک خاص شرح سود کے پابند ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر تمام بینک اس ضابطہ کی رو سے پابند ہوتے ہیں کہ وہ تمویل کیلئے جتنا قرض بھی دینگے اس پر ایک متعین فیصدی مقدار مثلاً ۱۱ فی صد سے کم سود وصول نہیں کرینگے۔ اب اسلامی بینک تمویلی قرضوں پر سود تو وصول نہیں کرتے تاہم وہ اپنے نفع کی فیصدی شرح اس شرح سود سے کم یا بہت زیادہ نہیں کر سکتے۔ اسلامی بینکوں کو ملک پاکستان میں KIBOR یعنی Karachi Interbank offered Rate اور عموماً بین الاقوامی سطح پر LIBOR یعنی London Interbank offered Rate کا پابند رہنا پڑتا ہے۔ اگر اسلامی بینکوں کی تعداد بڑھ جائے تو وہ اپنا Interbank offered Rate قائم کر کے جداگانہ تشخص قائم کر سکتے ہیں۔ پھر وہ اپنے کھاتہ داروں کو بہت زیادہ نفع بھی دے سکیں گے اور سرمایہ دارانہ استحصالی نظام کے خلاف اسلامی عادلانہ تقسیم دولت کے نظام کے قائم کرنے میں مدد و معاون بھی ہو سکیں گے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے مانعین کے اس اعتراض کی حقیقت بھی سمجھ میں آ سکتی ہے جو انہوں نے روایتی سودی شرح کو معیار (Bench Mark) بنانے کے متعلق کی تھی البتہ حلال منافع کی تعیین کیلئے سود کی شرح کو معیار بنانے سے بہرحال معاملہ حرام نہیں ہوگا۔[34]

کیا شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کا اصول محض بینکوں کے فائدے کیلئے ہے؟

مجوزین کا کہنا ہے کہ شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کا جو تصور ان کی طرف سے پیش کیا گیا ہے وہ حتمی نہیں ہے۔ اگر اس سے لوگوں کا استحصال اور دھوکہ دہی کا دروازہ کھل رہا ہو تو اس پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے۔ مولانا تقی عثمانی محدود ذمہ داری کے نظائر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

> "ان پانچ نظائر کی بنیاد پر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ "شخص قانونی" اور "محدود ذمہ داری" کا تصور اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن اس بات کو اہمیت دی جانی چاہئے کہ محدود ذمہ داری کا تصور لوگوں کو دھوکہ دینے اور نفع بخش کاروبار کے نتیجے میں پیدا ہونے والی فطری ذمہ داریوں سے جان چھڑانے کا ذریعہ نہ بنے لہذا اس تصور کو پبلک کمپنی تک محدود کیا جا سکتا ہے جو کہ اپنے شیئرز عوام الناس کیلئے جاری کرتی ہے اور اس کے شیئر ہولڈرز کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ انہیں کاروبار کے روزمرہ کے امور اور اثاثوں سے زائد قرضوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔"[35]

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس اصول کا اطلاق کسی فرم کے غیر عامل شرکاء (Sleeping Partners) اور پرائیوٹ کمپنی کے ان شرکاء پر بھی ہو سکتا ہے جو کاروبار کے انتظام و انصرام میں عملی حصہ نہیں لیتے۔ لیکن کسی شراکت (Partnership) کے کام کروانے والے شرکاء اور پرائیوٹ کمپنی کے کام میں حصہ لینے والے شرکاء کی ذمہ داری غیر محدود ہونی چاہئے۔[36]

شخص قانونی اور محدود ذمہ داری پر کیے گئے اعتراضات کے جواب میں پہلی بات تو یہ کہی گئی ہے کہ شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کا تصور ایسا ہے جس کے بارے میں کوئی براہ راست رہنمائی نصوص میں نہیں ملتی۔ اگر یہ کہا جائے

کہ شخص قانونی سرے سے ایک غیر شرعی تصور ہے تو یہ بداہتاً غلط ہے۔ اس لیے کہ شخص قانونی درحقیقت شخص معنوی ہی کی ایک شکل ہے اور ہر ایک ادارہ خواہ مدرسہ ہو یا ہسپتال، تجارتی ادارہ ہو یا بینک، اپنے مالکوں، منتظمین اور شرکاء سے الگ ایک وجود رکھتا ہے اور یہی وجود شخص معنوی ہے۔ شخص معنوی کو جب قانون بھی تسلیم کر لے تو یہ شخص قانونی بن جاتا ہے۔ بینکوں کے عقد مضاربت میں جہاں ہزاروں کھاتہ دار بطور رب المال بینک کے ساتھ، جو مضارب ہے، عقد کر رہے ہوتے ہیں، وہاں محدود ذمہ داری کی شرط کی وجہ سے ان کے مالی نقصان کا احتمال نہیں ہوتا بلکہ اس تصور و شرط کے بغیر بھی مضاربت کے عام قاعدے کے تحت کہ عقد میں نقصان ہوا تو رب المال ہی کا ہو گا، نقصان کا احتمال رہتا ہے۔ اور اگر نقصان بینک یعنی مضارب کی تعدّی سے ہو تو محدود ذمہ داری کا تصور بینک کو بچا نہیں سکتا اس لیے کہ کمپنی کے قانون میں صراحت ہے کہ کمپنی کو کسی فراڈ، خلاف معاہدہ کام کرنے یا اختیارات سے تجاوز کرنے کی صورت میں کوئی تحفظ فراہم نہیں ہو گا۔ ہاں محدود ذمہ داری کا تصور اس نادر صورت میں متعارض شریعت ہے جب کمپنی دیوالیہ ہو جائے۔ اس کے حل کیلئے یہ تجویز دی گئی ہے کہ کمپنی کی تحلیل کے وقت جو آفیسر "منتظم امور بروقت تحلیل" (Liquidator) مقرر ہوتا ہے، شرکاء اس کے پاس جا کر از خود یہ پیشکش کر دیں کہ جو دائنین اپنے حقوق سے محروم ہو رہے ہیں، ان کے باقی واجب الاداء دیون میں سے جتنے دیون حصہ رسدی کے طور پر ہمارے ذمہ آتے ہےں وہ ہم ادا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ رقوم اُن شرکاء کے ذمہ واجب ہوں گی۔

محدود ذمہ داری کی شرط سے کوئی عقد شراکت یا مضاربت بہر حال فاسد نہ ہو گا بلکہ یہ شرط کہ ذمہ داری محدود ہو گی، فاسد ہو جائے گی۔[37]

کیا ہر تلفیق حرام ہے؟

مانعین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ معاصر اسلامی بینکاری میں شرعی تقاضے پورے کیے بغیر تلفیق کا سہارا لیا گیا ہے۔ ایسی تلفیق حرام ہے۔ مجوزین کا کہنا ہے کہ یہ مسئلہ غور طلب ہے کہ اگر ایک فقہی مسلک میں کسی نوپید مسئلہ کے متعلق کوئی فرع نہ ہو اور دوسرے فقہی مسلک میں اس مسئلہ کے متعلق کوئی فرع ہو تو کیا اس فرع کو اپنانا بھی تلیفق ہو گا؟ اجباری تصدق کے مسئلہ ہی پر غور کیا جائے۔ حنفی کتب فقہ و فتاویٰ اس کے متعلق خاموش ہیں۔ مالکی کتب فقہ میں اس مسئلہ کے متعلق راہنمائی موجود ہے۔ انکا کہنا ہے کہ اگر یہاں مالکی فقہ سے استفادہ کر لیا جائے تو یہ تلفیق نہ ہو گی۔[38]

کیا شرکت و مضاربت کا وجود اسلامی بینکوں میں قلیل کالمعدوم ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی بینک ابھی تک معیاری طریقہ ہائے تمویل یعنی شرکت و مضاربت کو بڑے پیمانے پر اپنانے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ مجوزین بھی اس صورت حال پر مشوش ہیں۔ مگر وہ اس صورت حال سے مایوس نہیں ہیں اور شرکت و مضاربت کو مرابحہ و اجارہ کی جگہ بڑے پیمانے پر اپنائے جانے کی پرزور ترغیب میں مصروف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بہر حال اجارہ و مرابحہ کے استعمال کے باوجود بھی موجودہ نظام سود سے بہر حال پاک ہے۔

اس لیے کہ مرابحہ مؤجلہ، جس کی شرح اسلامی بینکاری میں سب سے زیادہ ہے، خلافت عثمانیہ میں باقاعدہ رائج تھی۔[39]

کیا اسلامی بینک سٹیٹ بینک کے قوانین کے پابند ہوتے ہیں؟

مانعین کا یہ اعتراض درست ہے کہ اسلامی بینک مرکزی بینک کے قواعد کے پابند ہوتے ہیں۔ مجوزین کا کہنا ہے کہ اس کے باوجود اسلامی بینک صرف اس حد تک مرکزی بینک کے قوانین کی پابندی کرتے ہیں جس حد تک فقہ اسلامی انہیں اجازت دیتی ہے۔ چند مثالوں سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔

الف: سٹیٹ بینک اپنے قواعد و ضوابط میں تبدیلی کرتا رہتا ہے، مگر اسلامی بینک جاری و رواں معاہدات میں ان تبدیلیوں کو لاگو نہیں کرتے بلکہ جب عقد کا دورانیہ مکمل ہو جاتا ہے تو نئے عقد کے وقت ان قوانین کو لاگو کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مرکزی بینک Interbank offered Rate تبدیل کرتا ہے تو اسلامی بینک ان ریٹس (Rates) کو جاری و رواں معاہدات میں تبدیل نہیں کرتے۔

ب: مرکزی بینک لیزنگ اور فائنانسنگ کی مختلف شکلوں میں انشورنس کو لازمی قرار دیتا ہے مگر تکافل کے نظام کے متعارف ہو جانے کے بعد تمام اسلامی بینکوں نے انشورنس کی بجائے تکافل کو اپنا لیا ہے۔

ج: چونکہ کوئی اسلامی بینک جاری و رواں معاہدات میں تبدیلی نہیں کرتا، اسلئے یہ اعتراض بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامی بینک مجہول کا پابند بناتے ہیں۔

د: یہ اعتراض کہ اسلامی بینک ضرورت آن پڑنے پر مرکزی بینک سے سود پر قرضہ حاصل کرتے ہیں، غلط ہے۔ اسلئے کہ تمام اسلامی بینکوں کو اس بات کا سختی سے پابند کیا گیا ہے کہ وہ سٹیٹ بینک سے اور نہ ہی کسی اور سودی بینک سے سود پر قرضہ حاصل کریں۔ مجوزین کا کہنا ہے کہ معاصر اسلامی بینکوں میں سے کسی کے بارے میں بھی سودی قرضہ کی بات ثابت نہیں کی جا سکتی۔[40]

کیا شرکت متناقصہ ناجائز بیوع کے زمرے میں آتی ہے؟

مجوزین کا کہنا ہے کہ معاصر اسلامی بینکاری میں شرکت متناقصہ تین اجزاء کا نام ہے۔

۱۔ بینک اور عمیل کا مشترکہ طور پر کسی اثاثہ کو خریدنا ۲۔ بینک کا عمیل کو اپنا حصہ کرایہ پر دینا

۳۔ عمیل کا بینک سے بالاقساط بینک کا حصہ خریدنا

تمام اسلامی بینکوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان تینوں معاملات کو علیحدہ علیحدہ رکھیں اور ایک معاملہ کو دوسرے پر مشروط نہ کریں، اسلامی بینک اسی اصول پر کاربند ہیں۔ اگر عمیل استعمال شدہ حصہ کا کرایہ دیتا رہے اور اس حصے کو نہ خریدے تو اسلامی بینک اسے اس پر مجبور نہیں کرتے۔ لہذا جب تینوں معاملات ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہیں تو پھر شرکت متناقصہ کیسے ناجائز ہو سکتی ہے، نہ اس میں "صفقۃ فی صفقۃ" ہے اور نہ ہی "بیع و شرط" ہے۔[41]

کیا مرابحہ میں بیع تعاطی ہوتی ہے؟

مرابحہ میں بیع تعاطی ممنوع ہے لہذا یہ اعتراض کہ موجودہ نظام میں مرابحہ میں بیع تعاطی ہوتی ہے، غلط ہے۔ یہاں باقاعدہ شرعی معاملہ ہوتا ہے نیز عاقدین یہاں ایجاب و قبول کے ذریعے عقد کرتے ہیں۔ کیا اسلامی بینک مرابحہ

میں ہر مرحلہ پر شئے کو عمیل کے رسک میں رکھتے ہیں؟ اسلامی بینک عمیل کے قبضہ میں شئے مذکورہ کے آنے سے پہلے اس کے نقصان کے بذاتِ خود ذمہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں میٹروپولیٹن حبیب بینک لمیٹڈ کی اسلامی بینکاری کی شاخ کو ایک ایسے ہی معاملہ میں دو کروڑ روپے کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی طرح البرکہ بینک کو درآمد شدہ ادویات میں اسلئے نقصان برداشت کرنا پڑا کہ بیع مرابحہ کے تحت وہ ادویات البرکہ بینک ہی کے ضمان میں تھیں کہ ضائع (Expire) ہو گئیں[42]، لہذا یہ اعتراض صحیح نہیں کہ اسلامی بینک مرابحہ کے تحت خریدی جانے والی شئے کو ہر مرحلہ پر عمیل کے رسک میں سمجھتے ہیں۔[43]

مالی جرمانے کی حیثیت:

جہاں تک مالی جرمانے کا تعلق ہے تو مجوزین کا کہنا ہے کہ یہاں اجباری صدقہ کو ایک ضرورت کے تحت اپنایا گیا ہے جسکا اور کوئی حل نہیں، البتہ بینک اسے قطعاً کسی فائدے کیلئے استعمال نہیں کرتے۔[44]

کیا کھاتہ دار بوقت عقد، عقد کے بارے میں لاعلم ہوتا ہے؟

مجوزین کا کہنا ہے کہ اس اعتراض کو متعلقہ عملہ کی غلطی یا کوتاہی پر محمول کیا جاسکتا ہے ورنہ بوقت عقد کاغذات میں عقد کی نوعیت کی تصریح ہوتی ہے کہ یہ عقد، عقد مشارکہ ہے یا عقد مضاربہ ہے۔ اگر عمیل استفسار کرے تو اس کی زبانی وضاحت بھی کر دی جاتی ہے۔ نیز اب اس کے لیے ایک انتظام یہ کیا گیا ہے کہ کھاتہ Account کھلواتے وقت جو فارم دیا جاتا ہے اس پر تمام شرائط وضوابط اردو زبان میں لکھے ہوتے ہیں۔[45]

کیا نفع کی تقسیم تخمینی ہے؟

مجوزین کا کہنا ہے کہ اگرچہ معاصر اسلامی بینکاری میں نفع کی تقسیم تخمینی ہے تاہم یہ تقسیم شرکت کے کسی بنیادی اصول سے متصادم نہیں ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جب شریک نے رواں شرکت میں سے اپنا حصہ نکال لیا تو شرکت ہی ختم ہو گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض حنبلی فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ شرکاء ابتدائے شرکت میں یہ طے کر سکتے ہیں کہ کسی ایک شریک کے حصہ واپس لینے پر مشارکہ ختم نہیں ہو گا تاآنکہ تمام شرکاء یا اکثر شرکاء مشارکہ ختم کرنے پر راضی ہو جائیں۔[46]

معاصر معاشی تحدیات اور غیر سودی بینکاری کا کردار

معاشی تحدیات کی تناظر میں غیر سودی بینکاری کی افادیت کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب تلاش کیا جائے۔

1۔ غیر سودی بنکاری (معروف معنی میں اسلامی بینکاری) روایتی سودی بینکاری سے کیسے مختلف اور ممتاز ہے۔ کیا سود کے علاوہ کوئی اور وجہ امتیاز دونوں نظاموں میں موجود ہے۔

2۔ زر کے موجودہ نظام میں یہ بینکاری کیا کردار ادا کر رہی ہے۔

3۔ غربت وافلاس، بے روزگاری اور ہر فرد کے لیے کاروبار کے مساوی ذرائع پیدا کرنے نیز مسلمانوں کی نسل نو کے معاشی مسائل کے حل میں یہ نظام کس حد تک کامیاب ہوا ہے۔

بینکاری کے موجودہ نظام کو Fractional Reserve Banking System کہاجاتاہے۔اس نظام میں بینک اپنے Deposits کا صرف ایک حصہ اپنے پاس ممکنہ ادائیگیوں کے لیے محفوظ رکھ کر باقی تمام رقم ان لوگوں کو سود پر قرض دیتاہے جو اس سے قرض لینا چاہتے ہیں۔اس نظام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زر تخلیق ہوتا ہے ایسے زر کو زر اعتباری کہتے ہیں۔ کسی بینک کی ساکھ کا اندازہ اس سے کیا جاتا ہے کہ اس نے کتنا زر اعتباری پیدا کیا ہے۔ تخلیق زر کے اس عمل کو غیر سودی بینکاری میں اس طرح سے بیان کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً زید نے بینک میں ایک لاکھ روپیہ رکھوایا اور خالد نے اسی بنک سے پچاس ہزار روپے قرض اس طرح لیا کہ اسی بینک میں اکاؤنٹ کھولا اور یہ پچاس ہزار اسی اکاؤنٹ میں رکھوادیا پھر خالد نے اسی پچاس ہزار میں سے 20ہزار عمیر کو ادا کرنے کے لئے اسی بنک کا چیک لکھ دیا اور عمیر نے یہ چیک اسی بینک یا کسی اور بینک میں جمع کروادیا۔ یہاں حقیقت میں صرف ایک لاکھ روپیہ بڑھ کر ایک لاکھ پچاس ہزار یا ایک لاکھ ستر ہزار ہو گیا ہے۔ یہ اوپر کا پچاس یا ستر ہزار جمع زر اعتباری ہے۔[47]

تخلیق زر کے اس عمل میں غیر سودی بنک بھی ویسے ہی شریک ہیں جیسے سودی بنک اور اسی تخلیق زر کے نتیجے میں بینکوں کے پاس مہنگی ترین عمارتیں اور بھاری تنخواہوں والا عملہ رکھنا ممکن ہوتا ہے۔اسلامی بینکوں کے ماہرین خود اس کا اقرار کرتے ہیں البتہ وہ اسے ویسا مضر نہیں سمجھتے جیسا اور جس درجے میں وہ سودی بینکوں کے عمل تخلیق زر کو مضر سمجھتے ہیں۔[48]

زر کی تخلیق کے اس عمل کو ایک خاص حد تک محدود رکھنے میں سارا کردار مرکزی بینک کا ہے اور عالمی سطح پر عالمی مالیاتی اداروں کا ہے۔ یہ عمل بعض اوقات اس قدر زر اعتباری پیدا کرتا ہے کہ بینک سے ادائیگیوں کا مطالبہ کرنے والے بیک وقت اتنی زیادہ رقم کا مطالبہ کر بیٹھتے ہیں کہ بینکوں کے لئے ان کے مطالبات پورا کرنا ناممکن ہوتا ہے کیونکہ حقیقی زر ان مطالبات کے معاملے میں بہت تھوڑا ہوتا ہے اور یوں معاشی بحران پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی بنکاری نظام جب تک اسی Fractional Reserve Banking System پر کام کرتے رہیں گے اس نظام بینکاری سے مثالی نتائج پیدا نہیں ہوں گے[49]۔

زر کی قوت سود اور سٹے کے بازار میں طے ہوتی رہے گی۔ دولت کا بہاؤ غریب سے امیر کی طرف ہی رہے گا اور بینک بجائے مالیاتی ثالث کے سرمایہ داروں کے خادم بنے رہیں گے۔ "بچت قرضوں کو پیدا کرتی ہے" بلکہ صحیح معنی میں "قرضوں سے بچتیں پیدا ہوتی ہیں" کا اصول ٹوٹنے نہیں پائے گا۔ غیر سودی بینکاری کے مؤیدین و مجوزین تخلیق زر کے اس نظام کے جواز پر متعدد دلائل دیتے ہیں۔

ان تمام دلائل میں سب سے مضبوط دلیل یہ ہے کہ تخلیق زر کا اصول کسی شرعی نص سے ناجائز ثابت نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک نظام، اسلامی نظام کے طور پر پیش کیا جائے اور وہ کسی طور پر بھی اور کسی درجے میں بھی ان فوائد، برکات و ثمرات میں سے ایک کا حامل نہ ہو جو بیان کی جاتی ہیں۔

یہ تو اس نظام کی سودی بینکاری نظام سے مشابہت و مماثلت کا مسئلہ تھا۔ باقی اس نظام میں داخلی بہتری کی ابھی بہت گنجائش موجود ہے۔ اسلامی بینکوں کے پاس سود کے حقیقی متبادلات یعنی شرکت و مضاربت کے اصول پر سرمایہ کاری طویل المدتی کے باعث بہت کم ہے نتیجتاً دوسرے درجے کے متبادلات استعمال کیے جارہے ہیں۔ جیسے بیع المرابحہ اور عقد تورق۔ آج مسلم معاشروں میں بے روزگاری ایک بہت بڑا معاشی مسئلہ ہے۔ اس نظام نے چھوٹے درجے کی تمویل Micro financing س خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ نظام اس شعبہ میں وہی نتائج دے رہاہے جو نتائج سودی بینکاری کا نظام دے رہاہے۔[50]

مسلم معاشروں کا ایک بہت بڑا مسئلہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے نوجوانوں کو مالی امداد فراہم نہ کر سکنا ہے۔ اس نظام کے چلانے والوں کو بھی یہ فکر ہے کہ ان بینکوں کو تعلیمی وظائف (Scholarships) کے پہلو بہ پہلو تعلیمی ضروریات کے لیئے نوجوانوں کو قرضہ دینے کی سکیم جاری کرنی چاہیئے۔

خلاصہ بحث

اسلامی نظام بینکاری پر علماء و مفتیان کرام کی طرف سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کے جوابات سے کم از کم خالص فقہی دائرے میں اس نظام کے عدم جواز کی کوئی توجیہ باقی نہیں بچتی تاہم یہ سوال اپنی جگہ نہایت اہم ہے کہ یہ نظام وہ مثالی نتائج کیوں پیدا نہیں کرپارہاجو اس سے متوقع تھے۔ سو اس کی واضح وجہ تخلیق زر کے نظام سے علیحدہ نہ ہونا ہے۔ اسلامی بینکوں کو تخلیق زر کے غیر شرعی نظام سے گریز کرتے ہوئے ایک ایسے نظام کو اپنانے کی ضرورت ہے جس میں حقیقی زر کی بنیاد پر پورا نظام چلے نہ کہ اعتباری زر کی بنیاد پر، نیز ان اسلامی بینکوں کو تمام افراد معاشرہ کے لیئے کمانے کے مساوی مواقع پیدا کرنے میں اپنا حصہ ڈالنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

[1] اوصاف احمد، پروفیسر، اسلامی بینک کاری، اسلام آباد، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۲ء، ص ۳۲

Auṣāf Aḥmad, Prof. Islamī Bankārī, Islamabad, Institute of Policy studies, 1992, pg. 32

[2] ایضاً، ص ۱۹

Ibid, pg. 19

[3] Siddiqi, M.Najatullah, Islamic Banking and Finance in theory and practice; A survey of state of the art, Islamic Economic Studies,(ed) Tariqullah Kahn, Jaddah, Islamic Development Bank, Vol,13, No,2, P2

[4] اسلامی بینکاری کی تاریخ کے لیے ملاحظہ ہو: اسلامی بینک کاری ص ۲۸۔ ۳۳

For History of Islamic Banking see: Islamī Bankārī, pg. 28-33

[5] Islamic Banking and Finance in theory and practice, P3

[6] یہ بات بلاسود بینک کاری پر اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے ابتدائیے اور حرف آغاز میں مذکور ہے۔ ابتدائیہ ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا کا اور حرف آغاز جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن کا لکھا ہوا ہے۔

[7] بلاسود بینک کاری پر اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کا حرف آغاز، ص ۳

See: Report of IIC on Interest free banking, pg. 3

[8] شیخ محمود احمد، سود کی متبادل اساس، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۶ء

Shaykh Maḥmūd Aḥmad, Sūd ki Mutabādil Asās, Lahore, Idāra Thaqāfat Islamiyyah, 1986AD.

[9] نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر، بلاسود بینک کاری، لاہور، اسلامی پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء

Nijātullah Ṣiddīquī, Dr, Bilā Sūd Bankārī, Lahore, Islamic Publication, 1969AD

[10] محمد تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۳ء، ص ۱۳۸-۱۴۳

Muḥammad Taqī 'Uthmānī, Muftī, Islam awr Jadīd Ma'īshat wa Tijārat, Karachi, Maktabah Mu'ārif al-Qur'ān, 2003AD, pg. 138-143

[11] مفتی رشید احمد لدھیانوی، احسن الفتاوی، کراچی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، س۔ن، ۷/۱۱۶-۱۲۵

Muftī Rashīd Aḥmad Ludhyānvī, Aḥsan al-Fatāwā, Karachi, H.M Sa'īd and company, 7/116-125

[12] مروجہ اسلامی بینکاری اور تصویر کے بارے میں ملک کے چاروں صوبوں کے جید علماء کرام اور مفتیان عظام کا متفقہ فتوی، (ماہنامہ) بینات، مدیر، سعید احمد جلال پوری، مولانا، کراچی، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، اکتوبر ۲۰۰۸ء ص ۸۲-۸۴

Al-Bayyināt (Monthly), Editor Sa'īd Aḥmad Jalālpurī, Mawlānā, Karachi, Jām'iah al-'Ulūm al-Islamiyyah Binori Town, October 2008AD, pg. 82-84

[13] متذکرہ بالا مختصر فتویٰ کے ساتھ ساتھ اس سے متعلقہ دو تحریرات موجود ہیں۔ مولانا رفیق احمد بالاکوٹی کا مضمون جس میں جمہور علماء کے موقف کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور ایک مفصل تحریر جو لگ بھگ چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ مولف نے اختصار کی خاطر مانعین کے اعتراضات کے حوالہ کے طور پر صرف اسی مختصر مضمون پر اکتفا کیا ہے۔ تفصیل کیلئے ذیل کی مفصل تحریر ملاحظہ ہو: رفقاء دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاون، مروجہ اسلامی بینکاری، تجزیاتی مطالعہ، شرعی جائزہ، فقہی نقد و تبصرہ، ناشر، کراچی، مکتبہ بینات، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاون، ۲۰۰۸ء

Murawwijah Islamī Bankārī, Maktabah Bayyināt, Karachi, Jāmi'ah Islamiya Binori Town, 2008AD.

[14] رفیق احمد بالاکوٹی، مفتی، مروجہ اسلامی بینکاری اور جمہور علماء کے موقف کا خلاصہ، ماہنامہ بینات، اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص ۸۶-۹۱

Rafīq Aḥmad Bālākotī, Muftī, Murawwijah Islamī Bankārī awr Jamhūr 'Ulemā ki mu'aqaf ka Khulāṣa, Bayyinay, oct 2008AD, pg. 86-91

[15] حمید اللہ جان، مفتی، اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ناشر، لاہور، دار الافتاء والارشاد جامعۃ الحمید، ۲۰۰۹ء، ص ۸

Ḥamīdullah Jān, Muftī, Islamī Nizām Ma'īshat kay tanāzur main Mawjūdah Islamī Banking par aik Taḥqīqī Fatwā, Lahore, Dār al-Iftā wa al-Irshād Jāmi'ah al-Ḥamīd, 2009AD, pg. 8

[16] Imran Ashraf Usmani, Dr, Meezan Bank's Guide to Islamic Banking, Karachi, Dar-ul-Ishaat, 2002, P130

[17] عبد الواحد، مفتی ڈاکٹر، فقہی مضامین، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۶، ص ۴۷۰

Abdul Wāḥid, Muftī Dr, Fiqhī Mazāmīn, Karachi, Majlis Nashriyāt Islam, 2006AD, pg. 470

[18] اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص ۸

Islamī Nizām Ma'īshat kay tanāzur main Mawjūdah Islamī Banking par aik Taḥqīqī Fatwā, pg. 8

[19] اس اعتراض کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو:

(الف) اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص ۹۔۱۲

(ب) فقہی مضامین، ص ۴۸۶۔۴۹۵

a) Islamī Nizām Ma'īshat kay tanāzur main Mawjūdah Islamī Banking par aik Taḥqīqī Fatwā, pg. 9-12
b) Fiqhī Mazāmīn, 479-495

[20] محمد تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۳ء، ص ۱۴۰

Muḥammad Taqī 'Uthmānī, Muftī, Islam awr Jadīd Ma'īshat wa Tijārat, Karachi, Maktabah Mu'ārif al-Qur'an, 2003AD, pg. 140

[21] اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص ۲۹؛ مروجہ نظام بینکاری اور جمہور علماء کے موقف کا خلاصہ، ص ۸۹

Islamī Nizām Ma'īshat kay tanāzur main Mawjūdah Islamī Banking par aik Taḥqīqī Fatwā, pg. 29; Murawwijah Islamī Bankārī awr Jamhūr 'Ulemā ki mu'aqaf ka Khulāṣa, pg. 89

[22] مروجہ نظام بینکاری اور جمہور علماء کے موقف کا خلاصہ، ص ۸۹

Murawwijah Islamī Bankārī awr Jamhūr 'Ulemā ki mu'aqaf ka Khulāṣa, pg. 89

[23] احسن الفتاوی، ۷/۱۱۹

Ahsan al-Fatāwā, 7/119

[24] اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۱۴۰

Islam awr Jadīd Ma'īshat wa Tijārat, pg. 140

[25] تحریر الکلام فی مسائل الالتزام، بحوالہ اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۱۴۰

Taḥrīr al-Kalām Fi Masā'il al-Iltizām, ref. to Islam awr Jadīd Ma'īshat wa Tijārat, pg. 140

[26] اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص ۲۴-۲۶

Islamī Nizām Ma'īshat kay tanāzur main Mawjūdah Islamī Banking par aik Taḥqīqī Fatwā, pg. 24-26

[27] احسن الفتاویٰ، ۷/ ۱۲۱

Aḥsan al-Fatāwā, 7/121

[28] فقہی مضامین، ص ۴۶۸-۴۶۹

Fiqhī Mazāmīn, pg. 468-469

[29] محمد تقی عثمانی، مفتی، فقہی مقالات، کراچی، میمن اسلامی پبلشرز، ۱۹۹۴ء، ۱/ ۲۶۸

Muḥammad Taqī 'Uthmānī, Muftī, Fiqhī Maqālāt, Karachi, Memon Islamic Publishers, 1992Ad, 1/ 286

[30] اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص ۵۳-۶۳

Islamī Nizām Ma'īshat kay tanāzur main Mawjūdah Islamī Banking par aik Taḥqīqī Fatwā, pg. 53-63

[31] فقہی مضامین، ص ۷۹۴

Fiqhī Mazāmīn, pg. 794

[32] صفقة في صفقة کی معنی ہے کہ ایک معاملے میں دوسرا معاملہ شامل کرنا۔ تعلیق البیع کا مطلب ہے بیع کو کسی شرط فاسد کے ساتھ معلق کرنا۔

[33] اسلامی نظام معیشت کے تناظر میں موجودہ اسلامی بینکنگ پر ایک تحقیقی فتویٰ، ص ۷۳-۸۳، مروجہ اسلامی بینکاری اور جمہور علماء کے موقف کا خلاصہ، ص ۹۸

Islamī Nizām Ma'īshat kay tanāzur main Mawjūdah Islamī Banking par aik Taḥqīqī Fatwā, pg. 73-83; Murawwijah Islamī Bankārī awr Jamhūr 'Ulemā ki mu'aqaf ka Khulāṣa, pg. 98

[34] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: (۱) محمد تقی عثمانی، مفتی، غیر سودی بینکاری، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۹ء، ص ۲۶۷-۲۷۱ (۲) اعجاز صمدانی، ڈاکٹر مولانا، اسلامی اور سودی بینکاری میں فرق، کراچی، مکتبہ کامل پورے، س۔ن، ص ۳-۱۰

1) Muḥammad Taqī 'Uthmānī, Muftī, Ghayr Sūdī Bankārī, Karachi, Maktabah Mu'ārif al-Qur'ān, 2009AD, pg. 267-271
2) I'jāz Ṣamdānī, Dr, Islamī awr Sūdī Bankārī Main farq, Karachi, Maktabah Camal Pury, pg. 3-10

[35] محمد تقی عثمانی، مفتی، اسلامی بینکاری کی بنیادیں، (مترجم) محمد زاہد، فیصل آباد، مکتبۃ العارفی، س۔ن، ص ۱۴۲

Muḥammad Taqī 'Uthmānī, Muftī, Islamī Bankārī ki bunyādain, translator Muḥammad Zāhid, Faisalabad, Maktabah 'Arfi, pg. 142

[36] اسلامی بینکاری کی بنیادیں، ص ۲۴۲

Islamī Bankārī ki bunyādain, pg. 242

[37]غیر سودی بینکاری، ص۵۳۳۔۵۵۳(ملخص)

Ghayr Sūdī Bankārī, pg. 533-553 (abstract)

[38]تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، غیر سودی بینکاری، ص۷۷۲۔۷۹۲

For details see: Ghayr Sūdī Bankārī, pg. 772-792

[39]تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، غیر سودی بینکاری، ص۷۴۔۱۳۱

For details see: Ghayr Sūdī Bankārī, pg. 74-131

[40]تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، غیر سودی بینکاری، ص۷۵

For details see: Ghayr Sūdī Bankārī, pg. 75

[41]غیر سودی بینکاری، ص۲۷۵۔۲۷۶

Ghayr Sūdī Bankārī, pg. 275-276

[42]مقالہ نگار نے یہ دونوں واقعات اسلامی بینک کے ایک شریعہ ایڈوائزر سے جو ملک کے ایک معروف دار الافتاء سے بھی منسلک ہیں، براہ راست سنے ہیں۔

[43]غیر سودی بینکاری، ص،۲۱۳۔۲۱۶

Ghayr Sūdī Bankārī, pg. 213-216

[44]ایضاً، ص۲۸۱

Ibid, 287

[45]ایضاً، ص۲۶۳

Ibid, 263

[46]ایضاً، ص۵۹

Ibid, pg. 59

[47]اس نظام کے عمومی تعارف کے لیے ملاحظہ ہو

(i)https://www.investopedia.com/terms/f/fractionalreservebanking.asp

(ii)زاہد صدیق مغل، ضمیمہ (اسلامی بینکاری، غلط سوال کا جواب)، الشریعہ، مدیر، عمار خان ناصر، الشریعہ اکادمی، گوجرانوالہ، جلد ۲۱، شمارہ ۳، مارچ ۲۰۱۰، ص۳۶۔۴۲

Zāhid Ṣiddīque Mughal, Zamīma, (Islamī Bankārī, Galat Sawal ka Jawab), al-Sharī'ah, Editor Ammār Khān Nāṣir, al-Sahrī'ah Academy, Gujranwala. Vol. 21, no. 3, March 2010AD, pg. 36-42

[48] Zubair Hasan,Prof., Credit creation and control: An Unresolved Issue In Islamic Banking, P:282,International Islamic University, Malaysia ؛Ahamed Kameel Mydin Meera & Dzuljastri Abdul Razak,Islamic Home Financing through Musharakah Mutanaqisah and al-Bay' Bithaman Ajil Contracts: A Comparative Analysis,p:8, International Islamic University, Kuala Lumpur, Malaysia

[49] ۲۰۰۸ء کے معاشی بحران کا تجزیہ کرنے والوں نے اسلامی بینکوں کے اس بحران میں بہت حد تک محفوظ رہنے کی یہی توجیہ کی ہے کہ اس نظام میں مالیاتی ثالثی Debt Based نہیں بلکہ Assets Based ہے

There are also differences in terms of financial intermediation, the paper notes. While conventional intermediation is largely debt based, and allows for risk transfer, Islamic intermediation, by contrast, is asset based, and centers on risk sharing.

IMF Survey: Islamic Banks: More Resilient to Crisis?
Link: https://www.imf.org/en/News/Articles/2015/09/28/04/53/sores100410a

نیز یہ کہ اس بینکاری کے اصول اس بحران کی نوبت نہیں آنے دیتے، ملاحظہ ہے

Al-Qahṭānī, F., & Mayes, D. G. (2017). The global financial crisis and Islamic banking: The direct exposure to the crisis. Banks & bank systems, (12,№ 3), 100-112.

مگر یہ بات جزوی طور پر تو درست ہو سکتی ہے مگر کلی طور پر نہیں اس لیے کہ اس نظام میں زر تخلیق ضرور ہوتا ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا پھیلاؤ ویسا نہیں ہوتا جیسا سودی بینکاری میں ہوتا ہے۔

[50] Hunjra, Dr. Ahmed Imran & Islam, Faridul & Verhoeven, Peter & Hassan, M. Kabir. (2022). The Impact of a Dual Banking System on Macroeconomic Efficiency. Research in International Business and Finance. 61. 101647. 10.1016/j.ribaf.2022.101647